ملت کے نوجوان

اور

اُن کی ذمہ داریاں

مولینا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر

آل انڈیا مسلم یوتھ کونسل اُتر پردیش

کرامت منزل، اکبری گیٹ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

اس وقت پوری دُنیا میں نوجوان نسل اخلاقی بحران کا شکار ہے، صحیح تعلیم و تربیت کے فقدان نے ان میں بے راہ روی پیدا کردی ہے۔ سنجیدگی، مقصدیت، توازن اخلاقی قدروں کا احترام باقی نہیں رہ گیا ہے۔

مسلمان نوجوانوں کا مسئلہ عام نوجوانوں سے بھی زیادہ نازک ہے اس لئے کہ ان پر زمانہ کی قیادت کی بھی ذمہ داری ہے۔ وہ بھی اگر عام ماحول کی خرابیوں کو قبول کرلیتا ہے تو معاشرہ کی اصلاح کی امید باقی نہیں رہ جائیگی مسلمان نوجوان ملت ابراہیمی کا امین بھی ہے اور امت محمدیؐ کا نمائندہ بھی اس کے اندرون و دُنیا کا صحیح امتزاج ضروری ہے، وہ دُنیا کی ہر ترقی سے جس سے انسانیت کو نفع پہونچتا ہے، خوش ہوتا ہے، لیکن وہ اسے مقصد حیات نہیں سمجھتا۔ ترقی زندگی کے کسی شعبہ کی ہو اسے وہ اسلامی قدروں کے معیار کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنا احتساب بھی کرتا ہے اور کائنات کا بھی۔ وہ اس بات کا راسخ یقین رکھتا ہے کہ یہ زندگی اور یہ دُنیا عارضی ہے۔ اس لئے اس کی توانائی، ذہانت اور صلاحیت، خدا کی مخلوق کو نفع اور آرام پہونچانے پر صرف ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے، جب

www.abulhasanalinadwi.org

ابتدا سے وہ اس کا علم حاصل کرلے۔

اس کے جذبات بلند مقاصد سے معمور ہوں، اس کی بے چین طبیعت کو قرار نہ ہو، اور وہ اپنے ماحول کو صحیح رُخ دینے کے لئے سرگرم ہو، اسی ضرورت کے احساس نے چند نوجوانوں کو آل انڈیا مسلم یوتھ کونسل کے قیام پر آمادہ کیا جس کے افتتاحی جلسہ کو عالم اسلام کے عظیم مفکر مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے خطاب کیا۔

پیش نظر تقریر میں زندگی کے مختلف گوشوں کی ان کمزوریوں کی نشان دہی کی گئی ہے جس نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے جس کے نتیجے میں باصلاحیت سے باصلاحیت شخص بھی ناؤنوش کی روایتی زندگی گزار رہا ہے اسے سوچنے کی بھی فرصت نہیں کہ وہ اس دُنیا میں کیوں آیا اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔

نوجوانوں میں قوت عمل، جوش اور سرگرمی کے باوجود اگر رُخ غلط ہوجاتا ہے تو اُلٹا اور نقصان پہونچ جاتا ہے اور اس وقت زیادہ تر یہی ہو رہا ہے، اگر اُنکی صلاحیتیں انسانیت کی فلاح و بہبودی اور سماج کے بگاڑ کو درست کرنے میں صرف ہوں تو خود ان کا جوہر چمکے گا اور اس کا فائدہ بھی سب کو پہونچے گا۔

کیا ہمارے نوجوان جنھوں نے تاریخ میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، وقت کے اس چیلنج کو قبول کریں گے۔؟

۳ شعبان ۱۴۰۰ھ (ڈاکٹر) محمد اشتیاق حسین قریشی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز بردار اور دوستو!

ہم لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا، ایک دوسرے سے ملنا، تعارف حاصل کرنا اور مسلمانوں کے فائدے کی بات کرنا ایک مستقل مقصد ہے اور اسی طرح آپ کا اس تعداد میں تشریف لانا اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی مصروف زندگی سے وقت نکالنا بھی بجائے خود ایک کام ہے۔ آپ اپنی زندگی پر ناقدانہ نظر ڈالیں اور اس کا جائزہ لیں کہ ہم کتنے مفید ہیں اور جس ملت سے نسبت کا شرف حاصل ہے اس کی کیا خدمت کر رہے ہیں؟

آپ سب حضرات مصروف زندگی رکھتے ہیں۔ با مقصد لوگ ہیں۔ یہ بھی کہنا صحیح ہوگا کہ آپ لوگ ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہیں جن کا مقصد صرف کھانا پینا، معاشی ضروریات کی تکمیل، نسل کے سلسلہ کو آگے بڑھانا اور زندگی کا وقت پورا کرنا ہے اگر ایسا ہوتا ـــــ تو اتنے کم وقت میں، فوری اطلاع پر اتنی بڑی تعداد میں تشریف نہ لاتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی خود ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے

ہم سب خدا کے فضل وکرم سے مسلمان ہیں، ملت کے مسائل کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ لیکن زندگی ایسی رواں دواں ہے اور معیار زندگی کے مطالبات اتنے بڑھ گئے ہیں، ہماری جو محدود دنیا ہے یعنی ہمارا چھوٹا سا خاندان اور چند افراد اس کی ضروریات، مطالبات اور تقاضے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کا پورا کرنا اتنا وقت اور اتنی صلاحیت چاہتا ہے کہ کسی مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی فرصت شاید بہت عرصہ کے بعد ملتی ہو گی۔ زندگی اب ہمارے قابو میں نہیں ہے بلکہ ہم زندگی کے قابو میں ہیں۔ یعنی ہم زندگی کے دوش پر سوار نہیں ہیں بلکہ زندگی ہمارے دوش پر سوار ہے وہ ہمیں بھگائے لئے چلی جا رہی ہے۔ ضروریات تازیانہ کا کام کرتی ہیں۔ وقت کے تقاضے مہمیز لگاتے ہیں۔ ہم زندگی میں جُتے ہوئے ہیں اور ہنکائے جا رہے ہیں۔ یہ زمانہ کا ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ مغرب میں زیادہ مشرق میں کم۔ لیکن بہرحال یہ ایک ہی دھارا ہے، جس میں سب بہے چلے جا رہے ہیں اور کہیں یہ دھارا بھنور کی شکل اختیار کر گیا ہے کہیں دھارا بہت تیز ہے کہیں بہت دھیما ہے، لیکن سب زندگی کے سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں کسی کو اپنی زندگی پر اختیار باقی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رہا ہے۔ زندگی خود ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے وہ ہم کو اسکا بھی موقع نہیں دیتی کہ ہم اس پر غور کریں کہ اس کا کتنا حصہ زائد ہے کتنا نظر ثانی کا محتاج ہے، کتنا حذف کر دینے کے قابل ہے۔ یہ موجودہ انسان کی بڑی خصوصیت بن گئی ہے کہ اب وہ زندگی کا راکب نہیں ہے بلکہ زندگی کا مرکب ہے وہ زندگی پر سوار نہیں، زندگی اس پر سوار ہے۔

آپ نے الف لیلہ میں پیر تسمہ پا کی کہانی پڑھی ہوگی کہ ایک شخص کے پاؤں ریچھ کی طرح کے تھے، اس نے ایک راہ گیر کی بڑی خوشامد کی کہ وہ اس کو کسی جگہ پہونچا دے، جب اس نے اس کو اپنے کاندھے پر سوار کر لیا تو اس نے اپنے پاؤں اس کی گردن میں اس طرح لپیٹ لئے جس طرح فیتے سے کوئی چیز باندھ دی جاتی ہے وہ اس کو چھڑانا چاہتا لیکن کامیاب نہ ہوتا ——— یا کبل اور ریچھ کا قصہ بھی شاید آپ نے سنا ہوگا۔ یہی دراصل ہماری کہانی ہے، یعنی انسان کمبل کو چھوڑنے کے لئے تیار ہے لیکن کمبل انسان کو نہیں چھوڑ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کی جو حقیقی ضروریات ہیں اور حقیقی مقاصد ہیں جن کے لئے زندگی پیدا کی گئی ہے، وجود میں آئی ہے اس پر غور کرنے کی ہمیں فرصت ہی نہیں مل رہی ہے، صبح سے شام تک بس ایک چکر ہے جس کو شیخ سعدیؒ نے کہا تھا کہ ؎

www.abulhasanalinadwi.org

شب چوں عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

چھوٹے سے کنبہ کی ضروریات مہیا ہونے کی فکر ہماری ہر چیز پر غالب ہے۔ ہم دنیا میں کس لئے آئے کیا صرف کھانے کمانے، صرف پیٹ بھرنے کے لئے، یا اس سے کچھ بلند اور لطیف تر مقاصد کے لئے یہ بات ایسی فراموش ہو گئی ہے اور نگاہوں سے اس طرح اوجھل ہوئی ہے کہ اس کو یاد دلانے کے لئے بہت بڑی شخصیت کی، بہت بڑی طاقت کی، بہت بڑی تحریک کی، بہت بڑے انقلاب کی اور غیر معمولی واقعے کی ضرورت ہے۔ ہمارا یہ شہر جہاں ہم آج جمع ہیں کلکتہ یا بعض مغربی مرکزی شہروں کی طرح مصروف نہیں ہے، جہاں آدمی کو آدمی سے بات کرنے کی فرصت نہیں ہے جہاں کئی کئی دن پہلے OPPOINMENT کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی ملنا اور جمع ہونا بہت مشکل سے ہو پاتا ہے، جہاں کسی کے پاس وقت نہیں ہے اگر وقت ہے تو صرف ویک اینڈ (WEEK END) کے لئے، ہمارے شہر کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ اس میں مشرقیت ہے، سکون ہے، اعتدال ہے اور فطرت کی کچھ نمونہ نظر آتی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ حال ہے کہ کسی کا کسی سے ملنا اپنی ذاتی ضروریات کے علاوہ کسی موضوع پر بات کرنا اور غور کرنا بہت ہی مشکل ہو گیا ہے، جو طبقہ جس میدان

www.abulhasanalinadwi.org

جس دائرہ عمل، جس شعبۂ زندگی اور جس معاشی ذریعہ سے تعلق رکھتا ہے، بالکل اسی میں منہمک ہے۔ ایک طبقہ وکیلوں کا ہے ان کا ایک خاص ماحول ہے مؤکلوں کی آمد، فائلیں، مقدمات کی تیاری، دوسرے وکیلوں سے مشورہ، عدالت کے لئے تیاری، وہاں سے آکر تھوڑا سا اپنے کو تازہ کرنے کی کوشش، کچھ چائے ریفرشمنٹ (REFRESHMENT) وغیرہ اور اس کے بعد پھر محنت۔ یہاں تک کہ میں نے صبح کی واک میں بھی دیکھا ہے جو خالص تفریح کا وقت ہے جس کے ذریعہ ذہن کو تازہ اور شاداب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے لئے ڈاکٹروں اور معالجوں کے مشورے سے آدمی وقت نکالتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس ماحول سے بالکل کٹ جائے، وہاں بھی وکیلوں کی پارٹیاں بن جاتی ہیں۔ سکریٹریٹ کے ملازمین دو چار اگر اتفاقاً بھی ساتھ ہوگئے تو ان کی پارٹی الگ بن جاتی ہے پھر راستہ بھر وہی ٹاپک (TOPIC) چلتا ہے جس سے بھاگ کر یہاں آئے تھے یعنی اس بات سے اکتا کر کہ گھر میں وہی تذکرہ، دفتر میں وہی باتیں، یار روم میں وہی چرچا اور ہوٹل میں وہی ٹکڑا اس کے لئے لوگ دریا کے کنارے کسی سڑک یا لکھنؤ میں سکندر باغ یا اس طرح کی جگہ کا انتخاب کرتے ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ ان کے مسائل وہاں بھی پہونچ جاتے ہیں اور شاید ان سے پہلے پہونچ جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ان سے زیادہ تیز رو اور تیز قدم ہوتے ہیں اور ان سے پہلے ان کا استقبال

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ پھر وہی مقدموں کی باتیں وہی دفتر کی باتیں وہی تبادلہ کی باتیں۔ فلاں آدمی کی بالائی آمدنی اتنی ہے، فلاں آدمی کی یوں ترقی ہوگئی، فلاں آدمی بہت خوش قسمت ہے، فلاں بہت اچھا ہے۔ فلاں بہت غلط ہے

میں بھی دکان رکھتا ہوں۔ جب کبھی صبح کو ٹہلنے کا اتفاق ہوتا ہے، ہمارے پاس سے دو پارٹیاں گذرتی ہیں ایک پارٹی وکیلوں کی گذرتی ہے اور مقدموں کی باتیں ہوتی رہتی ہیں دوسری پارٹی سکریٹریٹ کے ملازموں کی ہوتی ہے تو صرف دفتر کی باتیں سنائی دیتی ہیں اور ان سب میں جو چیز مشترک ہے وہ دولت بڑھانے کے قصے، لوگوں کی دولت مندی کے قصے، امراء کی کوٹھیوں کے قصے، کسی نے اچھی موٹر خریدی ہے اس کا تذکرہ، اگر اپنے خاص شعبے کی بات نہیں ہو رہی ہے مثلاً وکیل اپنے مقدمات کی بات نہیں کر رہے ہیں تو ایک تذکرہ تو عام ہے، جو سب پر چھایا ہوا ہے کہ فلاں شخص نے اتنی مدت میں اتنا پیسہ پیدا کر لیا اور فلاں آدمی نے ایک کوٹھی بنوائی ہے اندازہ ہے کہ ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ فلاں آدمی نے نئے ماڈل کی کار خریدی، فلاں آدمی کے پاس دو موٹریں ہیں۔ فلاں آدمی کی لڑکی کی شادی فلاں جگہ ہوئی اور فلاں آدمی کو اچھا داماد ملا۔ دامادوں کے تذکرے ہو رہے ہیں۔ فلاں آدمی بہت خوش قسمت ہے۔ اس کو فلاں سروس کا آدمی مل گیا، فلاں خاندان کا آدمی مل گیا۔ غرض یہ کہ گھوم پھر کر وہی دولت،

www.abulhasanalinadwi.org

وہی زندگی، وہی ترقی اور مادی زندگی کی جو ریس ہے اس کا تذکرہ ہے۔ اب بتائیے کہ ان کی تفریح وہاں کیسے ہو، تفریح نام ہے (change) کا، تبدیلی کا۔ آپ اگر پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہیں تو آپ دوسرے موضوع کی کتاب شروع کر دیجئے، کوئی دوست آجائے اس سے تھوڑی دیر کے لئے باتیں کر لیجئے یا چائے پی لیجئے، یا کسی ہوٹل میں چلے جائیے۔ تفریح کا فلسفہ ہے تبدیلی۔ اگر تبدیلی نہیں ہے تو تفریح بھی نہیں ہوگی۔ اگر آپ فلسفہ پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہیں تو آپ فلسفہ کی بہتر سے بہتر کتاب پڑھیں گے تب بھی آپ کے ذہن میں تازگی نہیں آئے گی۔ آپ اگر لٹریچر کے شوقین ہیں آپ کوئی اچھا ادبی شاہکار پڑھ رہے ہوں اور اس کے بعد پھر اسی موضوع کی کوئی دوسری کتاب پڑھنے لگیں، خواہ وہ دوسری ہی زبان کی کتاب ہو، آپ کے ذہن کو تازگی حاصل نہیں ہوگی، اس کے لئے ضروری ہے کہ موضوع بدل جائے، وہ جو دھارا ہے، اسٹریم (strem) ہے وہ بدل جائے۔

اب بتائیے کہ جہاں تفریح اور صحت کا تعلق ہے اس کا بھی کوئی سامان نہیں تو پھر ملت کے مسائل، مسلمانوں کے مسائل اور اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل (ایسے نازک مسائل جو تاریخ میں کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں اور ان پر قوموں کی زندگی اور مستقبل کا انحصار ہوتا ہے) پر غور کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت اور دماغ کہاں سے آئے گا۔؟

www.abulhasanalinadwi.org

ہمیں آپ سعادت کریں، جیسے کسی زمانے میں تانگے یکے ہوتے تھے اور ان میں گھوڑے جتے رہتے تھے صبح سے شام تک۔ اب اس کی جگہ انسان نے لے لی ہے یا جس طرح رکشہ والا صبح سے شام تک رکشہ کھینچتا ہے، ہم صبح سے شام تک زندگی کا بوجھ کھینچتے ہیں، یہ ایسی گاڑی ہے جس میں ہم خود جتے ہوئے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ گاڑی ہماری مرضی سے چل رہی ہے حالانکہ وہ ہماری مرضی سے نہیں چل رہی ہے ہم اس کی مرضی سے چل رہے ہیں۔!

ایک زمانہ تھا کہ لوگ بزرگان دین کے پاس جاتے تھے اور زمانہ بھی اچھا تھا۔ اللہ کے ایسے بندے موجود تھے جن کے پاس ایک ہی موضوع تھا ان کی دُوکان پر۔ ایک ہی سودا ملتا تھا، وہ جنرل مرچنٹ نہیں تھے۔ انھوں نے ایک چیز کا ذمہ لیا تھا ــــ اللہ کی محبت ــــ دُنیا کی بے ثباتی آخرت کی تیاری، حقیقی انسانی کردار، حقیقی انسانی اخلاق، جس طرح سورۂ رحمٰن میں فبای آلاء ربکما تکذبان ہر چند آیتوں کے بعد آتا ہے اسی طرح ان کا بھی ہر شخص کے لئے ایک ہی پیغام تھا، ایک ہی صدا تھی۔ ان کے پاس جو بھی جاتا، وہ چاہے وکیل ہو، دُوکان دار ہو، جج ہو، حاکم ہو ملازم ہو، وہ ایک ہی بات کہتے کہ بھائی دنیا میں کس لئے آئے تھے، اور کہاں جانا ہے، ہماری حقیقی منزل کیا ہے؟ نتیجہ یہ تھا کہ بڑے بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

مُردہ دل وہاں جاکر زندہ ہو جایا کرتے تھے، آدمی جو تھک چکا ہوتا تھا، نیم جان اور چور چور ہوتا تھا، دُنیا دی افکار کے بوجھ سے بالکل کچل جاتا تھا وہاں جاتا اس کے حلق میں عشق الٰہی کے، محبّت الٰہی کے اور دنیا کی بے حقیقتی کے چند قطرے پڑتے اور اس کا مُردہ دل فوراً زندہ ہو جاتا، وہ وہاں سے نئی طاقت لے کر واپس آتا، جو کام کرتا اس میں نئی توانائی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی۔

دِل کی بے حسی سب سے بڑی بیماری

اب زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ اللہ کے وہ بندے اب ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں بھی تو لوگ ان کے پاس صرف اس وقت جاتے ہیں جب ضرورت پیش آئے بیماری آئے تو دُعا کے لئے بزرگ یاد آتے ہیں۔ یہ کام بھی کوئی ایسا بُرا نہیں، جب آدمی پر پڑتی ہے جس میں ذرا بھی دینداری ہے تو اس کو یہی خیال آتا ہے۔ آدمی حکیم کے ڈاکٹروں کے پاس دوڑتا ہے اگر کسی اللہ کے بندے کے پاس چلا جائے تو اس میں حرج نہیں، لیکن ان کی دوکان کا سودا یہ نہیں ہے، ان کی دکان کا اصل سودا ہے اللہ کا نام سکھانا۔ یہ بیماریاں تو آتی ہیں چلی جاتی ہیں، دواؤں سے بھی چلی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر بھی ان کے لئے مفید ہوتا ہے لیکن ـــــ دل کی بیماری، دل کی بے حسی، کسی چیز کا اثر قبول

www.abulhasanalinadwi.org

نہ کرنا۔ مسلمانوں پر دنیا میں بڑی سے بڑی معیبت پیش آجائے۔ احمد آباد کا واقعہ ہو یا کہیں کے سیلاب کا حادثہ ہو یا محلہ ہی کا حادثہ ہو اس سے کوئی دل چسپی نہ رکھنا، اس بات کا علاج یہی اہلِ دل کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی شفقت عنایت فرمائی ہے۔ بڑا درد مند دل عطا کیا ہے۔ اگر کوئی جاکر ان کو اپنی بپتا سناتا ہے تو ان کی آنکھ میں آنسو بھی آجاتے ہیں۔ دُعا کے لئے ہاتھ بھی اُٹھ جاتے ہیں پڑھنے کے لئے بھی بتا دیتے ہیں۔ اگر نقش کے لئے اصرار کیجئے، ان کے یہاں اگر اس کا دستور ہو تو وہ بھی دے دیتے ہیں، مگر ان کا کام یہ ہرگز نہیں ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک بزرگ لاہور آئے، بھاول پور کے رہنے والے تھے بڑے کامل لوگوں میں تھے۔ ان کے خلفاء میں سے ایک بزرگ نے جو ہمارے بھی شیخ تھے اپنے معتقدین میں جن کا بہت بڑا حلقہ تھا یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے ایک بزرگ آئے ہیں آپ لوگ فائدہ اُٹھانا چاہیں تو فلاں وقت آجایئے فلاں جگہ تشریف رکھتے ہوں گے، بے تکلف آیئے جو کہنا سننا ہو بے تکلف ان سے کہئے۔ ان بزرگ اور شیخ نے جن کا اب انتقال ہو چکا ہے مجھ سے یہ واقعہ خود سنایا کہ صبح سے شام تک آدمیوں کا تانتا بندھا رہا۔ لاہور جیسا ۱۷-۱۸ لاکھ آبادی کا شہر پھر مزید یہ کہ بزرگانِ دین سے عقیدت مند۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گیا دوسرا آیا، دو آئے ایک گیا۔ یہانتک

کہ ان کو بھی ان کے پاس جانے کا موقع نہ ملا۔ جب شام ہوئی تو پھلی بار ان کے پاس حاضر ہوئے تو ان کا نام لے کر کہا۔ ان کا نام احمد علی تھا، کہ میاں احمد علی صبح سے شام تک لوگ میرے پاس آتے رہے لیکن ایک نے بھی مجھ سے اللہ کا نام نہیں پوچھا، سب اپنی اغراض بتلاتے رہے، کسی نے کہا بیٹی بیٹھی ہوئی ہے شادی نہیں ہو رہی ہے۔ ایک نے کہا، مقدمہ لگ گیا ہے دعا کیجئے، کسی نے کہا، میرے حاسد بہت ہیں تعویذ دیجئے، کسی نے کہا میرا تبادلہ نہیں ہو رہا ہے۔

جب مولانا وصی اللہ صاحب لکھنؤ تشریف لائے تھے تو یہاں بھی اس طرح کے واقعات ہم نے سنے تھے، حالانکہ ان کی دکان کا سودا اور ان کی صدا صرف یہ تھی کہ اللہ کے بندو! کہاں پھنسے ہوئے ہو، آخر ایک دن مرنا ہے کیا ان ہی میں پھنسے رہو گے۔ کیا اس حالت میں موت آئے گی کہ بھائی اس کا اتنا باقی اس کا اتنا باقی ذرا حساب لکھ لو۔ دیکھو اس سے اتنا وصول کرنا اور دیکھو میں نے یہ مکان شروع کرایا ہے اور فلاں میرا کام دیکھنا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی جتنی مصروف نہیں ہے اس سے زیادہ ایک خود فراموشی طاری ہے۔ اپنے حقیقی مسائل کا صحیح احساس نہیں ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مصروف ہے، جو لوگ مصروف نہیں ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پہلے ایسے لوگ تھے کہ کسی شہر میں جاتے تھے تو پوچھ لیتے تھے کہ یہاں خدا کا کوئی بندہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ لکھنؤ میں ایسے بندے تھے جن کے پاس جاکر خوشی حاصل ہوتی تھی اور یہ دل جو کچلا جارہا ہے، پسا جارہا ہے اس کا بوجھ ہلکا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو تھوڑا قیام کرنا ہوتا تھا، وہ بھی پوچھ لیا کرتے تھے کہ ہے کوئی ایسی جگہ۔ جیسے آجکل آپ لوگ پوچھ لیا کرتے ہیں کہ یہاں کوئی اچھا ہوٹل ہے۔ آپ لوگوں سے تو مجھے یہ اُمید نہیں ہے، لیکن اور نوجوان ہوں گے جو یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ یہاں سب سے بہتر سنیما کون ہے۔

یہ بات نہیں کہ اُن میں سب پارسا اور تہجد گذار ہوتے تھے، لیکن یہ ضرورت سب کو محسوس ہوتی تھی کہ کسی کے پاس جاکر اللہ و رسول کی باتیں سُنیں۔ صبح سے شام تک مکروہات سے واسطہ پڑتا ہے اور یہ جو زندگی کی ہر وقت کی ہائے ہائے ہے اس سے نجات ملے۔ گھر میں جایئے تو یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے۔ یہ فرمائش وہ فرمائش، جائز ناجائز یہ لایئے وہ لایئے۔ دفتر میں بیٹھئے تو وہی قصہ۔ کلب ٹہلنے جایئے تو وہاں بھی کوئی ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور وہی باتیں سنانے لگتا ہے، یہ تو میں نے ایک بات کہی روح کی تسکین کی، لیکن ہماری ضروریات صرف یہی نہیں ہیں کہ ہمیں لذیذ کھانے مل جائیں، نفیس کپڑے پہننے کو مل جائیں۔ رہنے کے لئے اچھا ٹھکانا یا قرینہ

www.abulhasanalinadwi.org

کا مکان ہو، پیدل نہ چلنا پڑے، بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر مل جائے اور دو چار دوستوں کا حلقہ ہو جہاں ہم دل بہلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی صرف یہی ضروریات نہیں پیدا کی ہیں۔ انسان اور حیوان میں یہ فرق ہے کہ حیوان انجام کو نہیں سوچتا، انسان انجام کو سوچتا ہے۔ ہم کو اپنا اور اپنی ملت کا انجام سوچنا چاہیے کہ کیا ہماری ضروریات صرف اتنی ہی ہیں جو بیل کی ہوتی ہیں۔ بیل کی ضروریات بھدی CRUDE قسم کی ہوتی ہیں اور ہماری ذرا REFINED، ذرا علمی انداز کی۔ اگر اتنا ہی فرق ہے تو یہ تو کوئی خاص بات نہیں، غذائیں تو سبھی کی مختلف ہوتی ہیں بچے کی غذا کچھ اور جوان کی غذا کچھ۔ امیر کی کچھ، غریب کی کچھ۔ لیکن پیٹ بیل بھی بھرنا چاہتا ہے، ہم بھی بھرنا چاہتے ہیں۔

ہماری زندگی کا اصل مقصد انجام کی فکر

ہماری زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے انجام کو سوچیں۔ اپنے کو ایک ملت سے وابستہ سمجھیں اور اس کے دکھ درد میں شریک ہوں، اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ ہم محسوس کریں کہ ہماری مصیبت ہے۔ اگر ہماری ملت عزت کے ساتھ رہتی ہے تو ہم محسوس کریں کہ ہم ایک معزز فرد ہیں اور اگر ذلت کے ساتھ زندگی گذار رہی ہے تو ہم سمجھیں کہ ہم بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ذلیل ہیں۔ لیکن اگر ملت ذلیل ہو تو ہم اپنے کو محض اس لئے عزت دار محسوس کریں کہ ہم بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں بڑی بڑی دعوتوں میں بلائے جاتے ہیں، تو اس کا نام میرے بزرگو اور دوستو! عزت نہیں ہے۔ عزت یہ ہے کہ ملت بحیثیت مجموعی معزز ہو۔ انگریز جب ہندوستان میں تھا تو خواہ وہ جوتے پر پالش کرتا ہو یا کسی اچھی دوکان پر ہو، خواہ وہ مشین کے کام پر لگا دیا گیا ہو، وہ ہندوستان پر حکومت کرتا تھا اور جزائر برطانیہ میں بھی معزز تھا اور ہر ہر ملک میں معزز تھا اور ہندوستان میں تو وہ بادشاہ تھا وہ اس لئے معزز تھا کہ اس کی پوری قوم معزز تھی۔ مثال کے طور پر یہ یہودی جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ سے پہلے بھی بہت مالدار تھے انہیں دنیا کے بڑے بڑے قارون موجود تھے۔ اگر یہودیوں کا سرمایہ ایک طرف رکھا جاتا اور مسلمانوں کا یا عیسائیوں کا ایک طرف تو یہ بڑھ جاتا۔ لیکن یہ ذلیل تھے۔ اب جبکہ انھوں نے عربوں پر اپنی دھاک بٹھا دی ہے۔ اتنی بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی اور اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا، ان کو ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہماری قسمت ملّت سے وابستہ ہے

ہم مسلمان اگر ہندوستان میں ذاتی طور سے ترقی کر رہے ہیں ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

سب لڑکے پڑھے لکھے ہیں اچھی اچھی جگہ ہیں، ہم محلہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو یہ دھوکہ ہے۔ اگر ہماری ملت ذلیل ہے تو ہم کبھی عزت نہیں پا سکتے، اس لئے ہمیں اپنی قسمت کو ملت سے وابستہ سمجھنا چاہئے اور اپنی ملت کے حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

ہمیں چاہئے کہ اس کے لئے ہم اجتماعی نگاہ پیدا کریں۔ اجتماعی ذہن پیدا کریں۔ مسائل کو سمجھیں، دیکھیں کہ ملت کن مسائل سے دوچار ہے۔ کیا تحریکیں ہیں جو مسلمانوں کی خدمت و حفاظت اور ملت کو زندہ رکھنے کے لئے پیدا ہوئی ہیں، کیا لٹریچر ہے جو نکل رہا ہے۔ محض یہ کہ ہماری ضروریات پوری ہو رہی ہیں یا صحت اچھی ہے۔ اللہ نے کھانے کو دیا ہے، پہننے کو نیا جوڑا دیا ہے۔ تھوڑی دیر کہیں بیٹھے، دوستوں کو چائے کافی پر بلایا، لڑکے کی شادی بڑے ٹھاٹھ سے کی، لڑکی کی شادی شان سے کی۔ یہ مسلمان کا پیمانہ نہیں ہے۔ مسلمان ملت سے بندھا ہوا ہے، بُنا ہوا ہے، ملا ہوا ہے وہ ملت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح موج دریا سے الگ نہیں کی جا سکتی موج کو دریا سے الگ کر دیا جائے تو موجوں کا وجود ہی ختم ہو جائے بلکہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ موج کا وجود دریا کے اندر ہے۔ ہم سب ملت کی موجیں ہیں۔ اگر دریا بہے اور دریا رواں رہے، صاف شفاف ہے، ٹھہر نہیں گیا ہے، اس میں کوئی بو نہیں ہے کوئی خرابی نہیں پیدا ہو گئی ہے

تو موجیں کھیلتی رہیں اچھلتی رہیں کودتی رہیں، سب ان کا احترام کریں گے۔ سب ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، ان کا وجود تسلیم کریں گے۔ لیکن موجیں باہر کیسا ہی اچھلیں کودیں وہ سب عارضی ہیں جیسے شعلہ بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔ موج جیسے باہر نکلی اس کا وجود ختم۔ ہم آپ اگر ملت سے کٹ گئے ہمارا وجود ختم۔

فکر بڑی نعمت بھی ہے اور بڑا عذاب بھی۔ ہر وقت گھر کی فکر، زیادہ کمائی کی فکر، زیادہ ترقی کی فکر، دولت مند بننے کی فکر، تو یہ خدا کا عذاب ہے، لیکن ملت کی فکر خدا کی بڑی نعمت ہے۔ یہ درد اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں کو عطا کرتا ہے جن پر اس کا کرم ہوتا ہے، عنایت کی نگاہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ایسے آدمی پر رحم کھانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کو کسی وقت چین نہیں ہر وقت یہ ملت کے غم میں تڑپتا رہتا ہے۔ مسلمان خدائی فوجدار ہے۔ مسلمان کو کب فرصت، مسلمان کے لئے کہاں کا عیش، یہ فکریں جو ہم پر سوار ہیں اسی فکر کے نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ ایک فکر نصیب ہو جائے تو ساری فکروں سے نجات مل جائے۔

تعمیری کام کے لئے آدمی نہیں ملتا

جب کوئی تعمیری کام کرتا ہے تو اس کے لئے آدمی کی ضرورت پڑتی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور تعمیری کام کے لئے آدمی نہیں ملتے۔ آدمیوں کو ملنے کی فرصت ہی نہیں۔ آدمی کہاں ملیں گے۔ کسی بڑے آدمی کے یہاں ولیمہ میں، کسی کے یہاں شادی ہو تو سب اچھے خوش پوش، خوش لباس، خوش خوراک، خوش باش، اچھی زندگی گزارنے والے لوگ وہاں مل جائیں گے بلکہ انشاء اللہ یکجا مل جائیں گے۔ البتہ اگر ملت کے لئے پکارا جائے اور دین کا کام ہو تو وہ نقشہ نظر آئے گا جس کو مرحوم اکبر نے "مسجد میں فقط جمّن" سے تعبیر کیا ہے یہ صورت حال کسی شہر کے لئے بھی بہت افسوس ناک اور خطرناک ہے۔ شہر کی خوبی اور معقولیت کا اندازہ کام کرنے والوں کی کثرت سے کیا جاتا ہے۔ کان پور اچھا شہر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہاں کارکن اتنے ہیں۔ لیکن اگر اس میں کام کا کوئی آدمی نہیں ہے تو اس لحاظ سے وہ بہت ویران شہر ہے، بے کار شہر ہے۔ وہاں تو بس ٹینری کے مالک ہیں، فرموں کے مالک ہیں، کوٹھیوں والے ہیں لیکن شہر کی خوبی یہ ہے کہ وہاں ایک آواز پہ کتنے آدمی جمع ہو سکتے ہیں۔

مسائل سے واقفیت کیلئے مرکز کی ضرورت

ایک ایسا مرکز قائم کرنے کی ضرورت ہے جہاں آپ حضرات مسائل سے واقف ہوں۔ میں دینی مسائل کے متعلق نہیں کہہ رہا ہوں، ان سے بھی

www.abulhasanalinadwi.org

واقفیت کی ضرورت ہے، میں مسلمانوں کے مسائل کے متعلق کہہ رہا ہوں تاکہ پتہ چلے کہ کیا چیز چھپ رہی ہے صحافت کے میدان میں کیا کوشش ہو رہی ہے، اصلاح کے میدان میں کیا کام ہو رہا ہے۔ باہر چیزیں جاتی ہیں لوگ منگواتے ہیں لیکن آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

یہاں کی جو لائبریریاں ہیں، اکثر ہندو حضرات کی قائم کی ہوئی ہیں۔ ہم سب ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ انھوں نے زیادہ بیداری کا ثبوت دیا ہے لیکن خود مسلمانوں کا کوئی سنجیدہ دارالمطالعہ نہیں، لائبریری یا کلب اور تفریح گاہ نہیں ہے، جہاں اچھے پڑھے لکھے معقول لوگ جمع ہوں۔ سنجیدہ باتیں کریں۔

اس سلسلہ میں ایک اسکیم مسلم یوتھ کونسل (Muslim Youth Council) کی ہے تاکہ ہم آپ بار بار ملیں۔ محض تقریبات میں ملنا بالکل معتبر نہیں، اس میں جو چیزیں ہوتی ہیں ان سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ شادی ہے تو یہ فکر کہ عقد سے جلدی فراغت ہو جائے، پھر کھانے کا انتظار ہوتا ہے وہاں بات بھی کیا ہو سکتی ہے۔ مختلف عمروں کے اور قسم قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں، سب تعلقات کی وجہ سے آتے ہیں۔ اس سے تو صرف مسلمانوں کی تہذیب کی کچھ نمائش یا تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے اور کوئی افادیت نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پہلے زمانہ میں ایسی جگہیں تھیں جہاں معقول لوگ جمع ہوا کرتے تھے دلّی میں ایسی جگہیں متعین تھیں جہاں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم اور ان کے معاصرین بیٹھتے تھے۔ وقت بالکل مقرر تھا لوگ گھڑیاں ملایا کرتے تھے۔ بعض ہندو صاحبان اور مسلمان وہاں آتے تھے۔ دلی کی پرانی روایات کا تذکرہ ہوتا، یا کوئی علمی مسئلہ چھڑ جاتا، اب جیسا اس کا مذاق ہوتا، کہیں نواب صاحب لوہارو آتے تھے۔ بیٹھک ہوتی تھی۔ حکیم اجمل صاحب کے یہاں شریف منزل میں بیٹھک ہوتی تھی۔ دلّی کے بیس آدمی جمع ہوگئے۔ کوئی مسئلہ چھڑ گیا۔ بڑے شائستہ اور مہذب Cultured لوگ تھے۔ اب ہمارے یہاں عام طور پر کوئی مجلس نہیں ہوتی۔

مسلم یونتھ کونسل کی ایک تجویز ہے، اس کی عملی طور پر بھی تشکیل ہوگی میرا تو مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کا ایک موضوع ہوتا ہے اس کا ایک مذاق ہوتا ہے، اس کا ایک تجربہ ہوتا ہے اس لئے میں خاص طور پر اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس زندگی کو ہم نے اپنے اوپر سوار کر لیا ہے اور جس زندگی کے بوجھ کے نیچے ہم کچلے جا رہے ہیں اور ہر دوسری حقیقت اور ہر دوسرا مقصد بالکل فراموش ہو گیا ہے۔ خدا رسول، آخرت، موت کی تیاری کا ذکر، کچھ اس کا خیال۔ یہ ساری چیزیں ہمارے ذہن سے نکل گئی ہیں، اور پھر ملت کے مسائل، جن کے لئے کچھ ایثار کی ضرورت ہے

www.abulhasanalinadwi.org

یہی زندگی اور یہی دنیا نہیں ہے۔ کچھ اور ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہے، کہیں زیادہ دیرپا اور کہیں زیادہ قابل توجہ ہے۔ اس کے لئے کوئی جگہ طے کیجئے، کوئی وقت مقرر کیجئے جس میں ان باتوں کا تذکرہ ہو۔ اگر اس موضوع کا تذکرہ نہ ہوا تو بالکل وہ فراموش ہو جائے گا۔ بالکل وہی حالت ہو جائے گی جس کو حالی نے کہا ہے

سدا خواب غفلت میں مدہوش رہنا
دم مرگ تک خود فراموش رہنا

یہ دم مرگ تک خود فراموشی بہت خطرناک ہے، جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم أنفسھم

اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو خدا کو بھول گئے تو خدا نے اُن کو فراموش کر دیا۔

کوئی ایسی جگہ ہو، کوئی دار المطالعہ ہو جہاں ہم روز یا اتوار اتوار بیٹھیں، ایسے مقالات پڑھے جائیں جن میں شادابی اور دل آویزی اور لکھنے والوں کے سامنے کوئی مفید مقصد ہو۔

آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے بیٹھے گھبرا جاتے ہیں، ایک ہی طرح کے دوست آتے ہیں، ایک ہی طرح کی باتیں ہوتی ہیں، کسی نئی جگہ آجائیے وہاں کسی تازہ مسئلہ پر ہلکا پھلکا مقالہ پڑھا جائے، مثلاً چاند پر کیا چیزیں

www.abulhasanalinadwi.org

قابل غور ہیں، یا اس وقت کون سے مسئلے اہم ہیں۔ کوئی یورپ یا کسی غیر ملک کے سفر سے واپس آیا اس نے وہاں کے حالات سُنائے۔ سفرنامہ سُنایا، چائے بھی پی گئی جو سگریٹ کے عادی ہیں اس کی بھی ممانعت نہیں ہے جو فرحت وتازگی آپ وہاں محسوس کریں گے میں تو یہ کہوں گا کہ کسی سینما کی پکچر سے آپ کو حاصل نہیں ہوسکتی، وہ آنکھوں کی فرحت ضرور ہے اور بعض کثیف احساسات کی اس سے تسکین ہوتی ہے لیکن روح کو اس سے کوئی ذائقہ نہیں ملتا۔ اس سے ایسا بوجھ روح پر پڑتا ہے جس کو ذرا بھی احساس رکھنے والا محسوس کرسکتا ہے۔

اب آپ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور کوئی چیز طے کرکے یہاں سے رخصت ہوں۔

ملنے کے پتے:—

* مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ
* مکتبۂ ندوۃ العلماء بادشاہ باغ۔ لکھنؤ
* مکتبۂ الفرقان۔ ۳۱، نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ
* مکتبۂ تنظیم اصلاح معاشرہ۔ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org